مولانا سید محبوب حسن واسطی

حضورؐ کا تعلیمی انقلاب

علم: لفظی مفہوم، مشتقات وانواع

علم (باب سمع یسمع) بمعنی جاننا۔ إدراك الشیئی بحقیقته، الیقین والمعرفة (حقیقت کا ادراک ہو جانا۔ یقین و معرفت حاصل ہو جانا) جمع علوم،

﴿۱﴾ جب انسان کی طرف منسوب ہو اور کہا جائے علم الرجل تو معنی ہوں گے حصلت له حقیقة العلم (اُسے علم کی حقیقت حاصل ہو گئی) ﴿۲﴾ جب کسی شی کی طرف منسوب ہو اور کہا جائے عَلِمَ الشی یا کہا جائے عَلِم به یا الامر کی طرف منسوب ہو اور کہا جائے عَلِمَ الامر تو بالترتیب معنی ہوں گے عرَفَهٗ و تیقَّنهٗ (اُسے اُس شی کی معرفت، تیقن حاصل ہو گیا)۔ شعربه و اذرکهٗ (شعور و ادراک نصیب ہو گیا) اَتقَنه (تجربہ و پختگی مل گئی)۔ ﴿۳﴾ علَّمَ (باب تفعیل سے لفظ تعلیم)، اُس نے کسی دوسرے کو سکھایا ﴿۴﴾ تعلَّم (باب تفعّل سے لفظ تَعلُّمْ) اُس نے خود سیکھا ﴿۵﴾ اَعْلَمَ (باب افعال سے لفظ اِعْلَامْ) جب کہا جائے اَعْلَمَ الْاَمْر یا کہا جائے اَعْلَمَ بالاَمر تو معنی ہوں گے اِطَّلَعَهٗ علیه (اُس نے کسی دوسرے شخص کو اس بات کی اطلاع دی۔ ﴿۶﴾ عالَمَ (باب مفاعلہ سے لفظ معالمہ) جب کہا جائے، عالَمَ فَعَلَمَهٗ

تو معنی ہوں گے غالَبَهُ فِی العِلْم فغَلَبهُ فكَانَ اَعْلَمَ منهُ (اُس نے علمی بحث کی تو دوسرے شخص پر غالب آگیا اور اُس کی علمی برتری ثابت ہوگئی)۔ ﴿۷﴾ اِسْتَعْلَمَ (باب استفعال سے لفظ استعلام)۔ جب کہا جائے اِستَعْلَم الْخبرَ تو معنی ہوں گے اسْتَخْبَرهُ اِيَّاه (اُس نے اُس سے خبر دریافت کی۔ حال معلوم کیا) جیسے استفتاء کے معنی فتویٰ طلب کرنا۔ مسئلہ پوچھنا۔(۱)

"Education" کے لفظی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور امریکی ماہر لسانیات Clarence L. Barnhart لکھتے ہیں:-

(1)- Development in knowledge, skill, ability, or character by teaching, training, study or experience.

(2)- Knowledge, skill, ability or character developed by teaching, training, study or experience.

(3)- Science or art that deals with the priciples, problems etc of teaching and learning, (۲)

﴿۱﴾ علم ادراک و آگاہی تعلیم و تربیت مطالعہ یا تجربے کے ذریعے معلومات مہارت صلاحیت واستعداد یا سیرت کے ارتقاء کا نام ہے۔

﴿۲﴾ علم خود اُس آگاہی، حسن تدبیر، قابلیت و خصلت سے عبارت ہے، جو تعلیم، تربیت، مطالعے یا تجربے کے ذریعے ارتقاء پذیر ہو۔

﴿۳﴾ یہ وہ علم یا فن ہے جو تعلیم و تعلم کے اصولوں اور مسائل وغیرہ سے متعلق ہے۔

صاحب قاموس علامہ مجد الدین فیروز آبادیؒ فرماتے ہیں:

عَلِمَهُ كَسَمِعَهُ عِلماً بالكسر عَرفَهُ (۳)

لفظ عَلِمَهُ لفظ سَمِعَهُ کی طرح ہے۔ عَلِمَ (عین کا زبر) بمعنی اُس نے جانا۔ اُسنے پہچانا،

انگلستان کے ماہر لسانیات لکھتے ہیں:۔

Education is the bringing up or training, as of a child: instruction, strengthening of the powers of body or mind.(۴)

بچے کی نشو و نما، تربیت و پرورش، وقتاً فوقتاً اُس کی ہدایت و رہنمائی اور اُس کی جسمانی یا ذہنی طاقتوں کو پروان چڑھانا اور اُنہیں جلا دینا "علم" ہے۔

امام راغب اصفہانیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلعِلْمُ اِدراکُ الشّیِ بَحقیقَتہٖ و ذٰلك ضربان : اَحِدُھُما اِدراكُ ذَات الشّیِی والثانی الحکمْ عَلَی الشّیِی بُوجود شَییٍٔ ھُوَ موجودٌ لہٗ اونفی شیی ھُومنفیٌ عنہ ۔ (۵)

علم کسی شئے کی حقیقت کے ادراک کا نام ہے اور یہ دو طرح ہے ایک ذاتِ شے کا ادراک اور دوسرے کسی شے پر ایسی کسی شے کی موجودگی کے باعث حکم لگانا جو اُس کے لئے موجود ہے یا اُس کی نفی کرنا جو اُس سے منفی ہے۔

اور آگے چل کر حضرت امام راغب لکھتے ہیں کہ پہلی قسم کے لئے ایک مفعول کی ضرورت ہے جبکہ دوسری کے لئے دو مفعول کی، پہلی کی مثال قرآن کریم کی درج ذیل آیت ہے:

لَاتَعْلَمُو نَھُمْ ۔ اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ ۔ (۶)

اُن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ اُنہیں جانتا ہے۔

یہاں ضمیر جمع مذکر غائب **ھم** ایک مفعول ہے جبکہ دوسری قسم کی مثال درج ذیل آیت ہے۔

فَاِنْ عَلِمْتُمُوھُنَّ مُؤْمِنٰتٍ ۔ (۷)

پس اگر تم اُن کو (امتحان کی رو سے) مسلمان سمجھو۔

یہاں ضمیر جمع مونث غائب ھُنَّ مفعول اوّل ہے جبکہ مومنات مفعول ثانی

ہے۔

اپنے مخصوص موضوع کی مناسبت سے علوم کی مختلف انواع ہیں، مثلاً بعض علوم یہ ہیں۔

علوم:

۱ علم فلاحت: زراعت کا علم

۲ علم کیمیا: اشیاء کے اجزاء کو جدا کر دینے، ان کو ملا دینے، ان کے تغیر و تبدل اور ان کی خاصیتوں کا علم،

۳ علم مساحت: زمین کی پیمائش کا علم،

۴ علم انشاء: خیالات کی دل میں جمع و ترتیب اور پھر اُن کو خوبصورت تحریری شکل میں پیش کر دینے کا علم،

۵ علم ادب: زبان و انداز بیان کا علم،

۶ علم عروض: اشعار کی بحروں اور ان کے اوزان کا علم،

۷ علم حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال تقریر و خصائل کا علم،

۸ علم فقہ: قرآن حدیث اجماع و قیاس سے ثابت شدہ شرعی احکام کا علم،

۹ علم تصوف: معرفتِ الٰہیہ و اخلاق الٰہیہ سے متصف ہونے کا علم،

۱۰ علم مناظر: روشنی و شعاع کے اثر و طاقت کا شفاف اجسام کے وسیلے سے ظاہر ہونے کا علم،

۱۱ علم منطق: قطعی دلائل سے حق کو حق اور ناحق کو باطل ثابت کرنے اور ذہن و خیالات کی غلطیوں سے انسان کو محفوظ رکھنے کا علم،

۱۲ علم ہئیت: اجرام فلکی اور زمین کی گردش و کشش وغیرہ کا علم،

۱۳ علم نجوم: ستاروں کی گردش اور ان کے اثرات کا علم،

۱۴ علم ہندسہ: اشیاء کی اشکال و مقادیر کا علم،

۱۵ علم تاریخ: گزشتہ واقعات اور ان کے درپردہ عوامل کا علم،

۞۱۶۞ علم جفر: حروف کے حساب سے غیبی واقعات و نتائج کا علم،

۞۱۷۞ علم حکمت: بقدرِ طاقت بشر موجودات اور ان میں کارفرما اسباب و علل دریافت کرنے کا علم،

۞۱۸۞ علم ریاضی: حساب، جیومیٹری اور الجبرے کا علم،

۞۱۹۞ علم کلام: عقلی دلائل کی مدد سے اصول عقائد کی وضاحت کا علم،

۞۲۰۞ علم بلاغت، علم معانی: مطلوب کو صحیح اور مانوس الفاظ میں مقتضائے حال و مقتضائے وقت کے مطابق ادا کرنے کا علم،

۞۲۱۞ علم بیان: ایک ہی معنی کو ایسے طریقوں اور جملوں سے ادا کرنے کا علم جو معنی مراد پر دلالت کرنے میں باعتبار وضاحت ایک دوسرے پر فائق ہوں۔

۞۲۲۞ علم بدیع: کلام میں مقتضائے حال کے مطابق محسناتِ لفظیہ و معنویہ کے ذریعے لفظی و معنوی حسن پیدا کرنے کا علم،

۞۲۳۞ علم لغت: الفاظ کی تحقیقات کا علم،

۞۲۴۞ علم مدن: شہری انتظام سے متعلق امور کا علم،

۞۲۵۞ علم تفسیر: قرآنی آیات کے شانِ نزول اور ان کے الفاظ و معانی کی تشریح کا علم،

۞۲۶۞ علم اسماء الرجال: احادیث کے راویوں کے ذاتی حالات اور اُن کے ثقہ و معتبر یا غیر ثقہ و غیر معتبر ہونے کا علم،

۞۲۷۞ علم طب: مختلف امراض اور اُن سے شفایابی کے طریقوں کا علم،

۞۲۸۞ علم جغرافیہ: زمین کی خشکی و تری کی طبعی تقسیم، سطح زمین اور مختلف خطوں کی آب و ہوا کا مطالعہ، براعظموں اور مختلف ممالک کے باشندوں، وہاں کی صنعتوں و زرعی پیداوار وغیرہ اُمور کا علم۔

اسی طرح ان مندرجہ بالا علوم کے علاوہ دیگر متعدد علوم ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے اور خصوصاً جبکہ دورِ جدید میں نئے نئے علوم نے جنم لیا ہے۔

علم کی حقیقت

﴿۱﴾ متکلمین اسلام (ماتریدیہ) کے نزدیک "علم" جاننے کی ایسی صفت ہے جو قلب انسانی میں ودیعت کر دی گئی ہے جیسے آنکھ میں دیکھنے کی قوت ودیعت کی گئی ہے۔ امام العصر حضرت شیخ محمد انور شاہ کشمیریؒ ماتریدیہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اَلعلمُ عند الماتریدیۃ صفۃ مُودَّعۃٌ فی القَلب کالقُوۃ البَاصرۃ فی العین – مِن شَانِہا الاِنجلاءُ بِالشروط الائقۃ بِہا ...... فالعلم وَاحدٌ مَع تَعدُّدِ المَعلُومات – نَعَم تَعدُّدِ المَعلُوماتِ ضروری–

ماتریدیہ کے نزدیک علم کی حقیقت یہ ہے کہ وہ قلب میں ودیعت کی گئی ایسی ہی صفت ہے جیسے آنکھ میں ودیعت کی گئی دیکھنے کی قوت۔ اُس کی شان یہ ہے کہ مناسب شروط کی موجودگی میں وہ انجلاء انشراح و انکشاف کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا علم معلومات متعدد ہونے کے باوجود ایک ہے۔ ہاں اضافتوں کا تعدد ضروری ہے۔

﴿۲﴾ فلاسفہ کے نزدیک علم کی کیا حقیقت ہے۔ اس کے بارے میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ارشاد فرماتے ہیں:

اَلعلمُ عِند الفلاسفۃ حُصولُ الصُّورۃ اَوِ الصُّورۃُ الحاصلۃُ

فلاسفہ کے نزدیک علم کی حقیقت خارج میں موجود شئی کی تصویر کا ذہن میں حاصل ہو جانا ہے یا خود اُس تصویر کا نام جو ذہن میں حاصل ہوئی۔

ان دونوں افکار میں ایک فرق یہ ہے کہ ماتریدیہ کے نزدیک علم اور معلوم متغایر بالذات (اپنی ذات میں ایک دوسرے سے مختلف) ہیں جبکہ فلاسفہ کے نزدیک وہ دونوں متحد بالذات (ایک دوسرے کی تصویر) ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ماتریدیہ کے نزدیک علم براہ راست موجود کی طرح معدوم سے بھی متعلق ہے جبکہ فلاسفہ کے نزدیک معدوم کا علم محال ہے۔ پہلے تصویر کا حصول ہوگا پھر اُس کے ذریعے اور واسطے سے معدوم کا علم حاصل ہوگا۔

امام العصر فلاسفہ کے اس تصور پر اعتراض کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فهذا كُلّهُ جَهلٌ وَسفيهٌ ...... وَالحقُّ اَنَّ العَلمَ يتعَلقُ بالمعدوم وَالموجود وَلاَ يَحتاج الى تخلل الصور......

اس صورۃ کا ذی صورۃ سے کیا تعلق ہے؟ اگر کسی دوسری شکل کے ذریعے ہے تو تسلسل لازم آئے گا جو محال ہے اور اگر بذریعہ معدوم ہے تو علم کا بھی اسی طرح کا تعلق ہوگا جس سے لازم آئے گا کہ معلوم سے پہلے علم کا حصول ہو گیا کیونکہ اُن کے نزدیک معلوم شکل وصورت سے عبارت ہے اور یہ بدیہی امر ہے کہ ماخوذ منہ، ماخوذ پر مقدم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ!

فلاسفہ کا یہ سارا تصور جہالت و حماقت پر مبنی ہے اور حق بات یہ ہے کہ علم معدوم و موجود دونوں سے متعلق ہوتا ہے اور وہ شکل و تصویر کے درمیان میں آنے کا محتاج نہیں ہوتا۔ (۸)

۳۔ اس عمیق فکر کے مقابلے میں یورپ کی دورِ جدید کی فکر میں سطحیت و عملیت کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔ چنانچہ ماہرین یورپ کے خیال میں علم کی حقیقت درج ذیل ہے:

It denotes an attempt on the part of the adult members of a human society to shape the development of the coming generation in accordance with its own ideals of life.(۹)

علم کسی انسانی معاشرے کے سمجھ بوجھ رکھنے والے افراد کی اُن کوششوں کا نام ہے جو وہ اپنے تصوراتِ حیات کے مطابق اپنی آئندہ نسل کی ترقی کی تشکیل کے لئے کرتے ہیں۔

۴۔ J.S. Mills نے مزید سہل الفاظ میں علم کی حقیقت اس طرح بیان کی۔

Every effort which helps to shap . the human beings ... deliberate direction and training. (۱۰)

ہر وہ کوشش علم ہے جو انسانوں کی ترقی کی تشکیل میں مدد و معاون ہو یعنی

شعوری رہنمائی اور تربیت کا عمل۔

﴿۵﴾ اسلام نے علم کو اس سے کہیں زیادہ اونچا درجہ دیا۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ-(۱۱)

گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اُس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے اس آیت مبارکہ میں اہلِ علم کے ذکر کو اللہ پاک اور اُس کے فرشتوں کے ذکر کے بعد متصلاً لانے کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فانظر كيف بدأ سبحانه و تعالىٰ بنفسه وثنىٰ بالملائكة وثلث باهل العلم و ناهيك بهذا شرفاً و فضلاً و جلاء ونبلا- (۱۲)

دیکھو اللہ پاک نے کیسے اپنی ذات پاک سے کلام شروع فرمایا۔ دوسری مرتبہ میں فرشتوں کا ذکر کیا اور تیسری مرتبہ میں اہل علم کا۔ اور شرف و فضل اور بزرگی و اصالت کے اظہار کے لئے اتنا کافی ہے۔

اسلام نے علم کی حقیقت کو ایک ایسا نور بتایا جس سے غفلت و تاریکی دور ہوتی ہے اور فضا میں معاشرتی زندگی میں روشنی پھیلتی ہے۔ حضرت امام مالکؒ ارشاد فرماتے ہیں:

لَيسَ العِلْمُ بكثرةِ الرّوَاياتِ – اِنما العلمُ نُورٌ يَجْعَلُهُ اللّٰه تعالىٰ فِى القلب –

علم کثرت روایات کا نام نہیں۔ علم تو ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ قلب میں پیدا فرما دیتے ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ نے اسی مفہوم کو اپنے اشعار میں اس طرح ادا کیا۔

شکوت اِلیٰ وکیع سوء حفظی
فاوصانی الیٰ ترک المعاصی

میں نے (اپنے اُستاد) وکیع سے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے ترکِ معصیت کی نصیحت کی۔

فاِنّ العِلمَ نُورٌ مِن اِللّٰہِ
وَ نورُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصی

کیونکہ علم تو اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور ایک عاصی وگنہگار کو نہیں دیا جاتا۔

علم سے تو آخرت کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِینَ اٰمَنُوا مِنکُمْ وَالَّذِینَ اُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ–(۱۳)

اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ایمان والوں میں اُن لوگوں کے جن کو علم (دین) عطا ہوا (اُخروی) درجے بلند کرے گا۔

اِسلامی نقطۂ نظر

علم کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر انتہائی وسیع و ہمہ گیر ہے۔ علم دنیا کے لئے بھی ضروری ہے اور دین کے لئے بھی۔ علم انفرادی عزت و عظمت کے لئے بھی ضروری ہے اور اجتماعی عزت و عظمت کے لئے بھی۔ علم سے افراد کی شرافت و تہذیب بھی ہے اور ملی شرافت و تہذیب بھی۔ علم صحیح عقائد، عبادات و معاملات کے لئے بھی ضروری ہے اور حقوق و فرائض و اخلاق کے لئے بھی۔ علم دنیاوی ترقی کا زینہ بھی ہے اور حکمت و عرفان کا قرینہ بھی۔ علم خدا پرستی و اطاعت شعاری بھی سکھاتا ہے اور مختلف انسانی صلاحیتوں کو جلا بھی بخشتا ہے۔

فرد و معاشرے کی زندگی کا جو شعبہ جتنا زیادہ ضروری ہے اُس سے متعلق حصول علم بھی اُتنا ہی ضروری ہے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

جب کسی فرض کا وقت آجاتا ہے تو اُس فرض کا علم بھی ضروری ہو جاتا ہے مثلاً جب آدمی مسلمان ہوا یا بالغ ہوا تو اُس پر صانع حقیقی (خدائے تعالیٰ) اور اُس کی صنعات کی معرفت (پہچان) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا جاننا

اور اُن چیزوں کا جاننا جن کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا اور جب نماز کا وقت آیا تو احکام نماز کا سیکھنا واجب ہوا اور ماہِ رمضان المبارک کے آنے پر روزہ کے احکام کا علم اور مالدار صاحبِ نصابِ زکوۃ ہو جانے پر (مال کے سال گزرنے پر) زکوۃ کے احکام کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حج، نکاح، حیض و نفاس اور بیع و شراء وغیرہ تمام فرائض کا حکم ہے۔ چار علم فرض عین ہیں، ۱۔ ایمان، ۲۔ نماز، ۳۔ روزہ، ۴۔ حیض و نفاس۔ ان چاروں کے احکام کا علم بقدرِ ضرورت حاصل کرنا ہر مومن مرد و عورت پر فرض عین ہے۔ (۱۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں علم کی کیا عظمت ہے اور اسلام کی نظر میں علم کا کیا مقام ہے۔ اس کا کچھ اندازہ اس حدیث نبوی سے لگایا جا سکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَن سَلكَ طَرِيقاً يَطلُب فيه عِلماً سَلكَ اللّٰه بهٖ طَرِيقاً مِن طُرقِ الجنَّة وَاِنَّ الملائكة لَتضعُ اجنحتها رضىً لِطالبِ الْعِلْم وانَّ العَالمَ يسَتغْفِر لهُ مَنْ فِي السَّمٰوات وَمَن فِي الارضِ وَ الحِيْتانِ فِي جَوفِ الْماء وَاِنَّ فَضْلَ العالمِ عَلِى العابدِ كفضل القمر لَيلةَ البَدرِ عَلٰى سَائر الكواكب وَاِنَّ العلماء وَرَثةُ الانبياء وَاِنَّ الانبياء لم يُورّثوا دنيَاراً وَلا دِرهَما وَانّما وَرّثوا العلمَ – فَمَن اَخذهُ اَخذَ بحَظٍّ وَافِرٍ –(۱۵)

جو شخص کسی (لمبے یا مختصر) راستے کو علم دین حاصل کرنے کے لئے اختیار کرے اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلاتا ہے اور بلاشبہ فرشتے طالب علم کی رضا کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اور آسمانوں میں ہر چیز (مثلاً فرشتے) اور زمین پر ہر چیز (مثلاً جن اور انسان وغیرہ) اور (یہاں تک کہ) پانی (سمندر و دریاؤں) میں مچھلیاں، عالم کے لئے استغفار کرتی ہیں۔ اور بلاشبہ ایک عالم کو (محض) ایک عبادت گزار پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر اور بلاشبہ علماء حضراتِ انبیاء (علیہم السلام)

کے وارث ہیں، اور (حضرات) انبیاء (علیہم السلام) نے وراثت میں دینار و درہم نہیں چھوڑے۔ اُنہوں نے ورثہ میں علم چھوڑا ہے۔ لہٰذا جس نے علم کی راہ اپنائی اُس نے (انبیاء کی اس وراثت میں سے) خوب حصہ پایا۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِن اللّٰہ وَملائکتَہٗ وَاَھلَ السّمواتِ والارض حتی النّملۃَ فِی جُحرِھا وَحتّی الحوت لَیُصلّونَ عَلٰی مُعلّمِ الناس الخیر –(۱۶)

بلاشبہ اللہ اور اُس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے یہاں تک کہ اپنے بلوں میں چیونٹیاں اور مچھلیاں بھی لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والوں کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں۔

﴿۲﴾ لیکن یہ علم کی فضیلت اُسی وقت ہے جب اُس پر عمل بھی ہو ورنہ یہی علم خدا کی ناراضگی کا سبب بن جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

کَبُرَ مَقْتاً عِندَا اللّٰہِ اَنْ تقُولُوا مَالاَ تفْعَلُونَ O (۱۷)

خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا! یہ کیسی ناسمجھی کی بات ہے کہ انسان دوسروں کو تو اچھی باتیں بتائے اور خود اُس پر عمل نہ کرے۔

اَتَاْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِ وَتَنْسَوْنَ اَنفُسَکُمْ وَاَنْتُم تَتْلُونَ الْکِتٰبَ ط اَفَلا تَعْقِلُونَ O (۱۸)

کیا غضب ہے لوگوں کو تو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہو۔ تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَشدُّ الناسِ عَذَابًا یَوْمَ القیٰمۃِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ اللّٰہ بِعلْمِہ–(۱۹)

قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب اُس عالم پر ہوگا جس کا علم اُس کے لئے نفع کا ذریعہ نہ بنا ہو۔

اور کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

اَلعِلمُ بِدُونِ العَمل وَبَالٌ وَ العملُ بدُونِ العِلْمِ ضلالٌ۔

علم بغیر عمل وبال و مصیبت ہے اور عمل بغیر علم ضلال و گمراہی ہے۔

﴿۳﴾ حصول علم صحیح نیت کے ساتھ ہو۔ طمع یا دیگر دنیاوی اغراض کے تحت نہ ہو ورنہ وہ جہنم میں جانے کا ذریعہ بن جائے گا۔ حدیث شریف ہے:

مَن طَلَبَ الْعلمَ لیجَاری به العُلماء اَولیُماریٰ به السُّفَهاء اَوْیَصْرِفَ بہٖ وُجُوہَ النَّاسِ اِلیه اَدْخَلهُ اللّٰه النار (۲۰)

جس نے علم اس غرض سے حاصل کیا کہ اُس کے ذریعے علماء پر اپنا رعب جمائے یا بے وقوفوں سے جھگڑے یا اپنی طرف لوگوں کی توجہ حاصل کرے اللہ تعالیٰ اُسے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا ممَّا یُبتغیٰ بہٖ وَجْهُ اللّٰه لا یَتعلَّمُهَ الاَّ لِیُصیبَ بہٖ عَرَضاً مِنَ الدُّنیا لَمْ – یَجدْ عَرْفَ الجنَّةِ یَومَ القَیٰمَةِ یَعنی رِیْحَها– (۲۱)

جس نے وہ علم جس سے اللہ پاک کی رضا حاصل کی جاتی ہے (دینی علوم) اس غرض سے سیکھا کہ اس کے ذریعے وہ (دنیاوی غرض پوری کرے) دنیا کا ساز و سامان حاصل کرے تو قیامت کے دن اُسے جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہو گی۔

یعنی وہ سابقین ناجین میں سے نہ ہو گا گو سزا پانے کے بعد جنت میں داخل کر دیا جائے۔ ہاں دنیاوی علوم اگر حصول رزقِ حلال کے لئے سیکھے اور اُنہیں حاصل کرنے کے بعد اُنہیں ذریعہ معاش بنائے تو وہ اس حدیث میں داخل نہیں۔

مسلم شریف کی ایک تفصیلی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقضٰی عَلَیهِ یَومَ القیٰمة رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتی بہٖ فَعَرَّفَهُ نِعمتَهُ فَعَرَفَهَا فَقَال فما عَمَلتَ فِیهَا قَالَ قَاتَلْتُ فیكَ حتّٰی اُسْتشهدتُ قال كَذَبْتَ ولكنّكَ قاتلت لان یقال جریٌ فَقَد قیل ثمّ

اُمَربِہٖ فَسُحبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حتی اُلْقِیَ فی النَّار وَرَجلٌ تعلَّمَ الْعلم وَعَلَّمَہٗ وقَرأ القرانَ فأتی بہِ فَعَرَّفَہٗ نعَمَہٗ فَعرفھا قال فما عَملتَ فِیھَا قال تعَلَّمتُ العِلْمَ وَ علَّمتُہٗ وَ قَرأتُ فیك القرانَ قال کَذَبتَ ولکنَّك تَعلَّمْتَ اَلْعِلْمَ لیقال اِنَّكَ عَالمٌ وَ قرأتَ القران لیقال اِنكَ قَاریٌ فقد قیل ثم اُمربہٖ فَسُحبَ عَلٰی وجھہٖ حتّٰی اُلقی فی النَّارَ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰہ عَلیہ و اَعطاہَ مِن اَصْناف المَال کُلّہ ..... فی النَّار – (۲۲)

قیامت کے دن پہلا وہ شخص جس پر (نیت خراب ہونے کا) حکم لگایا جائے گا وہ ہو گا جو (دنیا میں) شہید کر دیا گیا۔ چنانچہ وہ (میدان حشر میں) پیش کیا جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اُس کو (دنیا میں اُسے دی گئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اُسے یاد آ جائیں گی۔ پھر اللہ پاک اُس سے فرمائے گا تو نے اِن نعمتوں کے شکر کے طور پر کیا کام کیا۔ وہ کہے گا (یا اللہ) میں تیری خاطر لڑا یہاں تک کہ مجھے شہید کر دیا گیا۔ اللہ پاک (جو دلوں کا حال جانتے ہیں) فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا بلکہ تو اس لئے لڑا کہ (تجھے) بہادر کہا جائے اور ایسا کہا گیا، پھر اُس شخص کے بارے میں حکم ہو گا پس اُسے چہرے کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ اور (دوسرا) وہ شخص ہو گا جس نے خود علم حاصل کیا ہو گا اور دوسروں کو سکھایا ہو گا اور قرآن (پاک) پڑھا ہو گا۔ اُسے (میدان حشر میں) لایا جائے گا پس اُسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا (جو دنیا میں اللہ پاک نے اُس پر کی تھیں) اُسے وہ نعمتیں یاد آ جائیں گی تو (اللہ پاک) فرمائے گا اُن نعمتوں کے شکر میں تو نے کیا اعمال کئے۔ وہ کہے گا (یا اللہ) میں نے خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو تعلیم دی اور قرآن (کریم) پڑھا اللہ پاک (جو دلوں کا حال جانتے ہیں) فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا۔ لیکن تو نے اس لئے علم سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور اس لئے قرآن پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے اور ایسا کہا گیا پھر اُس شخص کے متعلق حکم ہو گا اور اُسے چہرد کے بل گھسیٹا جائے گا، یہاں تک کہ

دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور (تیسرا) شخص وہ ہوگا جس کا رزق اللہ پاک نے وسیع کیا اور (دنیا میں) اُسے طرح طرح کے مال دیئے۔ اُسے (میدان حشر میں) پیش کیا جائے گا اور اللہ پاک اُسے وہ (دنیا کی) نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ (نعمتیں) اُسے یاد آ جائیں گی۔ تو اللہ (پاک) فرمائیں گے اُن نعمتوں کے شکر کے طور پر تو نے کیا اعمال کئے۔ وہ کہے گا (یا اللہ) میں نے ایسا کوئی طریقہ نہ چھوڑا جو میرے علم میں تھا کہ وہاں تو مال خرچ کرنا پسند کرتا ہے مگر میں نے تیری خاطر وہاں مال خرچ کیا۔ اللہ (پاک) (جو دلوں کا حال بہتر جانتا ہے) اُس سے کہے گا تو نے جھوٹ بولا بلکہ تو نے اس لئے کیا کہ کہا جائے کہ وہ شخص تو بڑا سخی ہے اور ایسا کہا گیا۔ پھر اُس شخص کے بارے میں حکم ہوگا۔ وہ اپنے چہرہ کے بل گھسیٹا جائے گا پھر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

﴿۴﴾ خود سیکھنے (یعنی تعلم) کے بعد دوسروں کو سکھانے کا عمل (یعنی تعلیم) بھی ہو تا کہ معاشرہ میں علم کی روشنی پھیلے اور جہالت کی تاریکیاں دور ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

تَعلَّمُوا العلمَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ (۲۳)

خود علم سیکھو اور اُسے دوسرے لوگوں کو بھی سکھاؤ۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

مَثَلُ عِلْمٍ لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَا يُنْفَقُ مِنْهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔ (۲۴)

ایسے علم کی مثال جس سے نفع نہ اُٹھایا جائے۔ (نہ دوسروں کو اُس کی تعلیم دی جائے اور نہ اُس علم کے مطابق انسان کا عمل ہو) ایسے خزانہ کی طرح ہے جس سے خدا کی راہ میں کچھ نہ خرچ کیا جائے۔

ایک عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ معلوم ہونے کے باوجود نہ بتائے تو وہ گناہ کا مرتکب ہے خصوصاً جبکہ مسئلہ کسی شئے کے حلال و حرام کے بارے میں پوچھا ہو اور وہ عالم جاننے کے باوجود نہ بتائے تو اُس کے لئے حدیث شریف میں یہ وعید آئی ہے:

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُم كَتَمَهُ اُلْجِمَ يوم القيمة بِلِجامٍ مِنْ نَارٍ -(۲۵)

جس سے علم کی کوئی بات پوچھی گئی پھر جاننے کے باوجود (اُس نے نہ بتائی) اُس نے اُسے چھپایا تو قیامت کے دن اسکے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

۵۔ معلم کے فرائض میں سے ہے کہ علمی گفتگو میں متعلمین (شاگردوں) کی ذہنی صلاحیت واستعداد کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور ان کے فہم سے بالاتر علمی نکات اُن کے سامنے بیان نہ کرے کہ علم کی بے قدری ہو اور طلباء و طالبات اکتاہٹ محسوس کریں، علمی گفتگو اتنی زیادہ طویل نہ ہو کہ شاگرد گھبرا جائیں۔ حضرت امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں ایک باب کا عنوان ہی یہ رکھا ہے باب ماكان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موقع اور مناسب وقت پر نصیحت کرنے کا بیان تاکہ لوگ گھبرا نہ جائیں) امام کرمانیؒ يتخولهم کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

يَتَخو لُهُم اىْ يَتَعهَّد هُمْ وَيُراعِي الاَ وْقَاتِ فِي وَعْظِهِمْ وَيَتحرىٰ مِنْهَا مَايكُونُ مَظَنةَ القُبول وَلاَ يفْعل كلَّ يَومٍ لئلاَّ يسامُوا -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی سہولت کی نگہداشت فرماتے اور اُن کو وعظ کرنے کے سلسلے میں ان کے اوقات کی رعایت فرماتے تھے اور اس کا خیال رکھتے تھے کہ آپ کے وعظ میں اثر پذیری ہو اور روزانہ وعظ کرنے سے اُن کی طبیعت میں اکتاہٹ نہ پیدا ہو جائے۔

اس باب میں حضرت امام بخاریؒ نے درج ذیل حدیث بیان فرمائی ہے:

عَن ابن مسعودؓ قال كان النبى صلّى الله عليه وسلّم يتخوّلنا بِالمَوعِظةِ فِي الايَّام كَرَاهَةَ السَّامّةِ عَلَيْنَا - (۲۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے وعظ کے لئے کچھ دن مقرر فرما دیئے تھے، (اور آپ ﷺ ہر روز وعظ

نہ فرماتے) کہ ہم اکتا نہ جائیں۔

اور جن کے مزاج میں سطحیت ہو اور وہ علم کا ذوق نہ رکھتے ہوں اُن کے سامنے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علمی نکات بیان کرنے سے منع فرمایا (ظاہر ہے اگر عوام الناس یا جاہلوں کے سامنے کوئی شخص تصوف و معرفت کے باریک نکتے یا اسرار و رموز بیان کرنے لگے تو اُسے نا سمجھ ہی کہا جائے گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَ وَاضِعُ العِلم عِند غَیرِاَھْلِہٖ کَمقَلّد الخَنَازیر اَلجوھَرَ وَالُّلولُوَ ءَ وَالذَّھَبَ (۲۷)

نااہل (اور بدمذاق) کو علم سکھانا ایسا ہے جیسے کسی نے خنزیر کے گلے میں جواہرات موتیوں اور سونے کا ہار ڈال دیا۔

﴿۶﴾ خواتین کے لئے بھی علم اتنا ہی اہم ہے جتنا مرد حضرات کے لئے۔ حضرت امام بخاریؒ نے خواتین کی تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر ایک مستقل باب کے تحت اس سلسلے میں دو مختلف اسناد کے ساتھ روایت بیان فرمائی ہے۔ اُن کے باب کا عنوان ہے:

بَابٌ : ھَل یُجْعَلُ لِلنَّسَاءِ یَوْمٌ عَلٰی حِدَۃٍ فِی العلْم –

کیا خواتین کی تعلیم کے لئے علیحدہ کوئی مخصوص دن مقرر کر دیا جائے۔

اس باب کے تحت حضرت امام بخاریؒ نے جو حدیث بیان فرمائی اُس کے راوی مشہور صحابی حضرت ابو سعید الخدریؓ ہیں جو فرماتے ہیں:

قالَ قالَ النِّسَا ءُ لِلنبِّی صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم غَلَبَنَا عَلَیكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا یَوْمًا مِن نَفْسِكَ فَوَعَدَ ھُنّ یومًا لَقِیَھُنّ فِیہ فَوَ عَظَھُنَّ وَاَمَر ھُنَّ فَكَانَ فِیما قَالَ لَھُنَّ مَا مِنكنَّ اِمْرَاَۃٌ تُقَدِّمْ ثَلٰثَۃً مِنْ وُلْدِھَا اِلاّ كَانَ لَھَا حِجَابًا مِنَ النَّار فَقالَت اِمْراَۃٌ وَاثنَین فَقَالَ وَاثْنَین– (۲۸)

خواتین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا (یا رسول اللہ ﷺ) مرد (آپ سے فائدہ اُٹھانے میں) ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں، (کہ اُن کے دینی تعلیم کے

حصول کی سہولتیں ہمارے مقابلہ میں زیادہ ہیں) لہٰذا آپ اپنی طرف سے ہمارے لئے کوئی دن مقرر فرما دیں۔ تو آپ ﷺ نے اُن کے لئے ایک دن کا وعدہ فرما دیا آپ اُن خواتین سے اُس دن ملے اور اُنہیں وعظ فرمایا اور (اُن کے مناسب حال) اُن کو (عبادت وغیرہ کا) حکم فرمایا۔ آپ نے ان سے جو کچھ فرمایا (اُن دینی احکام و مسائل میں سے) یہ دینی مسئلہ بھی تھا کہ تم میں سے جو عورت اپنے آگے تین لڑکے بھیج دے گی (یعنی اُس کے سامنے اُس کے تین لڑکے وفات پا جائیں گے) تو وہ (تین لڑکے) اُس کے لئے (دوزخ کی) آگ سے پردہ بن جائیں گے۔ ایک عورت نے پوچھا اور اگر دو (لڑکے) ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اور دو (کا بھی یہی حکم ہے)

حضرت امام بخاریؒ نے تعلیم نسواں کی اہمیت کے پیش نظر دو اور اہم ابواب کے تحت احادیث بیان فرمائی ہیں: ایک باب کا عنوان ہے:

تعلیم الرَّجُلِ اَمَتَهُ وَاَهْلَهُ ـ

مرد کا اپنی باندی اور گھر والوں کو تعلیم دینا۔

اور دوسرے باب کا عنوان ہے:

عِظَةُ الإمام النِّسَاءَ وَتَعْلِيمُهن

امام (وحکمران) کا خواتین کو نصیحت کرنا اور ان کو تعلیم دینا۔

پہلے باب میں آپ نے جو حدیث شریف بیان فرمائی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین افراد ایسے ہیں جن کے لئے دوگنا ثواب ہے: پہلا وہ (یہودی یا عیسائی) اہل کتاب جو اپنے پیغمبر پر بھی ایمان لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے (اُس کے لئے دوگنا ثواب ہے) دوسرا وہ شخص جو کسی کا مملوک و غلام ہو اور وہ اللہ کا بھی حق ادا کرے اور جس کا مملوک ہے اُس کا بھی حق ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی باندی ہو۔ اُس سے مصاحبت کرے اور اُسے آداب سکھائے اور اچھی طرح سکھائے اور تعلیم دے اور اچھی طرح تعلیم دے پھر اُسے آزاد کر دے اور اُس سے نکاح کرے تو اُس کے لئے بھی دوگنا

ثواب ہے۔ دوسرے باب میں حضرت امام بخاری نے نماز عید کے موقع کا ایک واقعہ بیان فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی صفوں سے گزر کر خواتین کی صفوں میں پہنچے۔

ومعہٗ بلال فَظَنَّ انّہ لم یسْمع النّسا ء فوَعَظَھُنَّ وامر ھُنَّ بالصّدقۃ فجعلتِ المرأۃُ تُلقی القرطَ والْخاتم وبلالٌ یا خُذ فِی طَرفِ ثوبہٖ۔(۲۹)

اور آپ ﷺ کے ساتھ (حضرت) بلالؓ بھی تھے۔ آپ کا گمان تھا کہ (آپ کے خطبۂ عید کی آواز) خواتین نے (شاید پوری طرح) نہیں سنی ہے۔ تو آپ نے خواتین کو نصیحت فرمائی اور انہیں صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔ پس کوئی عورت (کان کی) بالی اور انگوٹھی ڈالنے لگی (کوئی کچھ اور) اور حضرت بلالؓ (اس صدقہ کو) اپنی جھولی میں جمع کرتے جاتے تھے۔

۷ بعض علوم اپنے موضوع کی نوعیت کے اعتبار سے زیادہ اہم ہیں جبکہ بعض کم اہم۔ حصول علم میں بھی تقدیم و تاخیر (کہ کون سا علم پہلے حاصل کیا جائے اور کون سا بعد میں) اسی اعتبار سے ہوگی کہ پہلے زیادہ اہم موضوع والا علم حاصل کیا جائے گا اور اُس کے بعد وہ جو کم اہم ہے۔ شیخ محمد بن عثمان ابن عمر البلخیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتقدیم الاھمّ فَیبدَ أ بفَرضِ العَینِ وَھُوَ عِلْمُ مَایَجبُ مِنْ اِعتقادٍ وَّ فِعْلٍ وَترك ظَاھِراً وَبَا طِناً ثُمَّ عِلْمُ الآخِرَۃِ فَھُو الْمُقَّربُ اِلَیہ تَعالی فَاِذاً فرَغ عِلْمًا وَعَمَلاً سَاغ اَنْ یَشْرَعَ فِی فُروضِ الکِفَایۃ کاَ التفسیر وَالاَخبار وَالْفَتَاویٰ غَیرَ مُتجَاوِزٍ اِلی النوادِرِ وَلاَ مُستغرقٍ مشتغلٍ عَنِ الْمَقصُود۔(۳۰)

علم میں جو زیادہ اہم ہوگا اُس کا حصول پہلے ہوگا۔ چنانچہ پہلے مرحلہ میں وہ علم ہوگا جس میں فرض عین (وہ فرض جس کی ادائیگی ہر مرد و عورت کو کرنی ہے) کی تعلیم ہوگی، ایسا علم جس میں کسی عقیدہ کسی فرض ادا کرنے (فرض عمل) اور (کسی حرام کے) ترک کی تعلیم ہو خواہ وہ (اعتقاد و فعل و ترک) ظاہر سے متعلق

ہو یا باطن سے پھر (اس کے بعد) علم آخرت ہے کہ وہ اللہ کے قریب کرنے والا ہے۔ پھر جب اس علمی و عملی فرض عین سے فارغ ہو جائے، تو اب فرض کفایہ (کچھ لوگ اگر یہ فرض ادا کر دیں تو سب کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جائے گا۔) کے علم کا حصول شروع کرے مثلاً علم تفسیر، علم اخبار، علم فتاویٰ اور اس حصول علم میں بھی ضروری ہے کہ گاہ گاہ پیش آنے والی چیزوں پر زیادہ توجہ نہ دے اور علم کے حصول سے جو مقصود ہے (یعنی ذکر الٰہی اور اس کی محبت) اُس سے غافل نہ ہو،

۸ شاگردوں کے غیر ضروری سوالات یا کوئی خاص صورتِ حال پیش آ جانے پر اُستاد برہم ہو سکتا ہے۔ اُسے غصہ آ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں شاگردوں پر نہ صرف استاد کا ادب و احترام لازم ہے یہ بھی لازم ہے کہ وہ سوالات کرنے میں اختصار سے کام لیں۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس سلسلے میں دو باب قائم کئے ہیں اور چار احادیث کی مدد سے اس بات کی وضاحت کی ہے۔ اُن کے پہلے باب کا عنوان ہے:

باب الغَضَب فِي الْموعِظَةِ وَالتَّعلِيم اِذَا رَایٰ مَايَكْرَهُ

باب اس بات کے بیان میں کہ جب واعظ و معلم وعظ و تعلیم کے دوران کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھے اور غضبناک ہو جائے۔

اور اُن کے دوسرے باب کا عنوان ہے:

باب مَنْ برَكَ رکبَتَيه عند الامام اَوالْمحدّثِ

باب اِس بیان میں کہ (شاگرد) امام یا محدث کے سامنے (ادب سے) دو زانو بیٹھے۔

جو چار احادیث ان ابواب میں بیان ہوئی ہیں۔ ان میں پہلی حدیث میں ایک نمازی نے اپنے امام (حضرت معاذ بن جبلؓ یا حضرت ابی بن کعبؓ) کی طویل قرأت کی شکایت کی کہ کبھی کبھی اس طویل قرأت کے باعث (اُس کے خوف سے) اُس کی باجماعت نماز رہ جاتی ہے۔ اس کی اس شکایت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام پر اتنا غصہ آیا کہ راوی حدیث

حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ اُس دن سے زیادہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایسے غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا اور آپ نے ارشاد فرمایا:

اَیُّها النَّاسُ ! انّکم مُنفِرُوْنَ فَمَنْ صَلّی بِالنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَ فِیْهم الْمرِیَضُ وَالضَّعِیْفُ وذاالحاجة –

اے لوگو! (ایسی سختیاں کرکے) تم لوگوں کو (دین سے) متنفر کرتے ہو۔ پس جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اُسے چاہئے کہ تخفیف سے کام لے کیونکہ نمازیوں میں بیمار (بھی) ہوتے ہیں۔ ضعیف و کمزور (بھی) اور ضرورت مند (بھی)

دوسری حدیث میں جو حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم لقطہ (گری پڑی چیز جو کسی کو مل جائے) کا حکم بیان فرمارہے تھے کہ ایک صاحب نے غیر ضروری اور دور از کار سوالات کرنا شروع کردیئے۔ اس پر آپ ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ بقول راوی حدیث!

فَغَضبَ حَتّی اِحْمرَّتْ وَجْنَتَاهُ–

آپ کے دونوں رُخسار سرخ ہوگئے۔

تاہم آپنے اُس کے سوالات کے جوابات عنایت فرمادیئے۔

تیسری حدیث جو حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی ہے اُس میں بھی غیر ضروری سوالات کرنے پر ان الفاظ میں آپ ﷺ کے غصہ کا ذکر ہے:

سئل النبُّی صلّی اللّٰه علی هوسلّم عَنْ اَشْیَاءَ کَرِهَهَا فَلَمّا اُکْثرِ عَلَیه غَضَبَ –

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ چند چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا جو آپ کو ناپسند تھیں۔ جب بار بار پوچھا گیا تو آپ کو غصہ آگیا۔

چوتھی حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن حذافہ کے بے تکے سوال پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور فرمایا سلونی (اور) مجھ سے پوچھو (کیا پوچھتے ہو) تو حضرت عمر فاروقؓ آپ کے غصہ کو تاڑ گئے اور فوراً دوزانو باادب آپ کے سامنے بیٹھ گئے!

فَبرکَ عُمرعَلیٰ رُکبَتیہ فقالَ رَضِینا بااللّٰہِ رَبا وّ باَ الاسلامِ دیناَ و بمحمد نبیّاً ثَلثًا فَسَکتَ۔ (۳۱)

اور تین مرتبہ کہا ہم اللہ سے راضی ہیں جو (ہمارا) رب ہے اور اسلام سے جو (ہمارا) دین ہے اور محمد ﷺ سے جو (ہمارے) نبی ہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور آپ ﷺ خاموش ہوئے۔

﴿۹﴾ مقامی علمی ذرائع و سہولتیں اگر محدود و ناکافی ہوں اور دینی منفعت یا ملی ضرورت کے پیش نظر حصول علم کے لئے بیرون ملک جانا پڑے تو اسلام اسے استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں یہ ارشاد فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَۃٌ عَلیٰ کُلِّ مُسْلِم وَمُسْلِمۃ (ابن ماجہ)(۳۲)

علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

وہاں آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے۔

اطلبوا العلم ولو با لصین – (۳۳)

علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو (اور تمہیں وہاں جانا پڑے)

حضرت امام بخاریؒ نے!

باب الخروجِ فِی طَلب العلم–

باب طلب علم کے سلسلہ میں باہر نکلنے کے بیان میں۔

یہ روایت بیان فرمائی:

وَرَحَلَ جَابِرْبنُ عَبدِ اللّٰہِ مَسِیرَۃَ شَھر اِلیٰ عَبد اللّٰہ بن اُنَیس فِی حَدیث واحِدٍ – (۳۴)

اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے محض ایک حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے جو حضرت عبداللہ بن اُنیس کے پاس تھی ایک ماہ کا سفر اختیار کیا۔

حضرت امام ابوداؤدؒ نے کثیر بن قیسؒ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں:

کُنتُ جَالِساً مَعَ اَبِی الدَّرْدَاْء فِیْ مَسْجِد دَمِشْق فَجَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا

اَبی الدَّرْدَاء اِنّی جِئتُكَ مِنْ مَدِینَةِ رَسُول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لِحدیْثٍ بَلَغَنِیْ اَنَّك تحدثهٗ عَنْ رَسُوْل اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ماَجئتُ لحاجة - (۳۵)

میں (حضرت) ابو درداؓ کے پاس مسجد دمشق میں بیٹھا تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے ابو درداء! میں آپ کے پاس مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث (شریف) کے بارے میں معلوم کرنے آیا ہوں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ وہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان فرماتے ہیں۔ مجھے آپ کے پاس اور کوئی دوسری ضرورت یہاں نہیں لائی ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے صحابہ کرامؓ نے حصول علم کے لئے کیا کیا سختیاں جھیلی ہیں۔

﴿۱۰﴾ جیسے دنیاوی علوم کے متعدد شعبے ہیں ایسے ہی دینی علوم کے بھی متعدد شعبے ہیں، ایک اعتبار سے دینی علوم کے جو چار شعبے ہیں وہ اس حدیث شریف میں اجمالاً بیان کئے گئے ہیں:

اَلْعِلْمُ ثَلاثَةٌ اٰیَةٌ محکَمَةٌ اَوْ سُنَّتهٌ قَائمةٌ اَوْ فَرِیْضَةٌ عادلةٌ وَمَاکان سوىٰ ذلك فهو فضلٌ - (۳۶)

علم تین ہیں: ﴿۱﴾ آیت محکمہ (قرآن کریم کی محکم اور غیر منسوخ آیت) ﴿۲﴾ سنۃ قائمہ، (صحیح سند کے ساتھ روایت کردہ صحیح متن حدیث) ﴿۳﴾ فریضہ عادلہ (وہ فرض جو آیت و سنت کا مثل اور عدیل ہے ضرورت دین کی حیثیت سے یعنی اجماع اور قیاس) اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد ہے (یعنی اُس پر دین کی اساس قائم نہیں ہے۔ دینی احکام کی بنیادیں یہی چار ہیں۔)

ایک دوسرے اعتبار سے علم دو طرح کا ہے: نظری و عملی، چنانچہ حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْعِلْمُ مِنْ وَجْه ضَرْبَانِ : نَظَرِیٌّ وعَملی - فَالنّظَرِیُّ مَااِذَا عُلِم فقدْ کَمُلَ نَحوا لعِلْمْ بِموْجُودَاتِ الْعَالَمِ وَالعَمِلیُّ مَالا یتمُّ الاَّ بان یَّعَمل کا العِلْمَ بالْعِبَا داتِ - (۳۷)

علم ایک اعتبار سے دو طرح کا ہے: نظری و عملی۔ پس نظری وہ ہے کہ جب وہ علم حاصل ہو جائے تو بات پوری ہو جاتی ہے مثلاً دنیا میں موجود چیزوں کا علم، اور عملی وہ ہے کہ جب تک اُس پر عمل نہ کیا جائے وہ علم مکمل نہیں ہوتا۔ (کیونکہ وہ علم عمل کے لئے ہوتا ہے) جیسے عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کا علم۔

مشہور محدث حضرت امام دارمی سمرقندیؒ (۳۸) نے مسند دارمی میں حضرت حسن بصری (۳۹) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذاكَ الْعِلْمُ النَّافِعْ وَعِلْمٌ عَلی الْلِسَانِ - فَذٰلِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَوَجلَّ علی ابن آدم-(۴۰)

علم دو طرح کا ہے: (ایک) وہ علم جو قلب میں ہو، ایسا علم (نور) ہے جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے۔ (علم باطنی) اور (دوسرا) وہ علم جو (صرف) زبان پر ہو۔ یہ ایسا (ظاہری) علم ہے جو ابن آدم پر اللہ عزوجل کی دلیل و حجت ہے (کہ اگر اس پر عمل نہ ہو تو پکڑ ہے)۔

حضرت محمد بن عثمان بن عمر البلخی حنفیؒ نے اپنی معرکۃ الآرا تالیف عین العلم میں علم کی اسی تقسیم کو ایک اور خوبصورت تعبیر دیتے ہوئے اس طرح بیان فرمایا ہے:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ : علْمُ الْمُکَاشَفَةِ فَهُوَ نورٌ یَظْهرفِی الْقلْب فیتَاهدبه الغَیْبَ ...... وعلْم الْمُعامَلةِ وهُو الْعِلْمُ بِما یُقَرِّبُ الیه تعالیٰ وما یبعِدُ مِنْهُ تعالیٰ (۴۱)

علم دو طرح کا ہے (ایک) علم المکاشفۃ۔ یہ علم ایسا نور ہے جو قلب میں ظاہر ہوتا ہے اور انسان اس علم کے ذریعہ غیب کا مشاہدہ کرتا ہے اور (دوسرا) علم المعاملہ اور وہ ایسا علم ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرتا ہے اور (بے عملی کی صورت

میں) اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتا ہے۔

علم المکاشفۃ کے متعلق وہ فرماتے ہیں:

وَھُوَ الاَ فْضَلْ لانَّہ الْمقْصُودُ –

کہ وہ (علم المعاملہ کے مقابلہ میں) افضل ہے کیونکہ وہ مقصود ہے۔

اور علم المعاملہ کے متعلق فرماتے ہیں:

وَھُوَ مُقَدِمٌ لاَ نہّ الشَّرط –

کہ علم المعاملہ مقدمہ ہے (اس کا حصول پہلے ہوگا) کیونکہ وہ شرط ہے،

شیخ بلخیؒ کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث:

فَضل العالِم عَلٰی العَابد کفضلی عَلٰی اُمَّتِی –

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت میری اُمت پر،

میں علم سے مراد علم المکاشفہ ہے جبکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

طَلَبُ العلم فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلّ مُسلِم و مُسْلِمَۃٍ –

علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

میں علم سے مراد علم المعاملہ ہے۔ اسی طرح اُن کے خیال میں حدیث نبوی ﷺ:

اِذَا دَخَلَ النُّورُ فی القَلْبِ انشَرَحَ –

جب علم کا نور قلب میں داخل ہو جائے تو انشراح قلب کا موجب ہوتا ہے۔

یعنی قلب غیب کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ سے مراد علم المکاشفہ ہے جبکہ قرآنی آیت:

وَالذِّینَ جَاھَدُ وافِیْنَا لَنَھْدِ یَنَّھُم سُبُلَنَا –

جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں اُنہیں ہم اپنے راستے سمجھا دیتے ہیں۔

میں علم سے مراد علم المعاملہ ہے۔

صاحب مرقات ملا علی قاری اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

لا ینفک علم المعاملۃ عن علم المکاشفۃ کما قدمنا من لزوم

وجود احدهما مقدماً أوموخرا - والحاصل ان بعد الجذبة و حصول المكاشفة يلزم علم المعامله- واماقبل الجذبة فلابد من المجاهدة فانها شرط وجود المكاشفة- و خلاصة ان علم المعاملة غير لازم لحصول علم المكاشفة ابتداءً و اما لدو امه فلا بدمنه انتهاءً كما انّ عمرؓ حصل لهُ الجذبة و علم المكاشفة ثم التزم على المعاملة والخدمة ولوعاش سحرة فرعون لكان علم المعاملة لازماً لهم اليضاًلدوام علم المكاشفة (۴۲)

علم معاملہ، علم مکاشفہ سے جدا نہیں ہوتا جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ ان میں سے پہلے یا بعد میں ایک کی موجودگی ضروری ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جذبہ اور کشف کے حصول کے بعد علم المعاملہ ضروری ہو جاتا ہے۔ ہاں جذبہ سے پہلے مجاہدہ ضروری ہے کہ وہ وجود کشف کے لئے شرط ہے۔ (اس کا) خلاصہ یہ ہے کہ علم المکاشفہ کے حصول کے لئے ابتداء تو علم المعاملہ ضروری نہیں ہاں اُس کے دوام کے لئے انتہاء ضروری ہے۔ جیسے حضرت عمر (فاروقؓ) کو جب جذبہ اور علم کشف حاصل ہو گیا تو پھر آپ نے معاملہ اور خدمت کا التزام فرمالیا اور فرعون کے جادوگر (جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اُن کے جادو کی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکنے اور ان کے سانپ بن جانے کا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اپنا عصا پھینکنے اور اُس کا ایک بہت بڑا اژدھا بننے کا ذکر ہے۔) بھی اگر زندہ رہتے تو اُن کے لئے بھی علم مکاشفہ کے دوام (و بقاء) کے لئے علم المعاملہ ضروری ہو جاتا۔

حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین کے پیش لفظ میں علم معاملہ اور علم مکاشفہ کے بارے میں ذرا زیادہ واضح گفتگو کی ہے۔ گفتگو کا پہلا حصہ ان دونوں طرح کے علوم کی علیحدہ علیحدہ تعریف ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

العلم الذی یتوجه به اِلی الآخرة ینقسم اِلی علم المعاملة و علم

المکاشفة و اعنی بعلم المکاشفة مایطلب منه کشف المعلوم فقط و اعنی بعلم المعاملة ما یطلب منه مع الکشف العلم به–

وہ علم جس سے آخرت (کی زندگی) کی طرف توجہ کی جاتی ہے علم المعاملہ اور علم المکاشفہ پر منقسم ہے۔ علم المکاشفہ سے میری مراد وہ علم ہے جس سے معلوم کا فقط کشف (کھل جانا) مطلوب ہو اور علم المعاملہ سے میری مراد وہ علم ہے جس سے اِس کشف (کھل جانے) کے ساتھ ساتھ اُس پر عمل مطلوب ہو۔

پھر فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں میرا مقصود صرف علم معاملہ ہے نہ کہ علم مکاشفہ:

والمقصود من هذا الکتاب علم المعاملة فقط دون علم المکاشفة اللتی لا رخصة فی ابدا عها الکتب واِن کانت هی غایة مقصد الطالبین و مطمح نظر الصدیقین و علم المعاملة طریق الیه و لکن لم یتکلم الا نبیاء صلوٰت اللّٰه علیهم مع الخلق الافی علم الطریق والارشاد الیه –

کیونکہ علم مکاشفہ کو تو کتابوں میں لکھنے کی اجازت ہی نہیں ہے ہر چند کہ طالبوں اور صدیقین کا بڑا مقصد و مطمح نظر علم مکاشفہ ہی ہے اور علم معاملہ اُس کا ذریعہ ہے مگر انبیاء علیہم السلام نے مخلوق کے ساتھ صرف علم معاملہ ہی میں گفتگو کی ہے اور اُسی کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اگر اُنہوں نے علم المکاشفہ کی بات کی بھی ہے تو محض رمز واشارہ کے طور پر کی ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے اپنی گفتگو کے تیسرے حصہ میں علم معاملہ کی دو قسمیں علم ظاہر و علم باطن بتائی ہیں اور مزید اِن دونوں کی دو دو قسمیں: اچھی جنہیں اختیار کرنا اور بری جن سے بچنا ہے تو اس طرح یہ چار قسمیں ہو گئیں۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں:

ثم انّ علمَ المعاملة ینقسم اِلٰی علم ظاهر اَعنی العلم باعمال الجوارحِ وَالٰی علم باطن اَعنی العلمَ باعمالِ القلوب ......مذموم و

محمود فکان المجموع اربعۃ اقسام-(۴۳)

﴿۱۱﴾ بعض علوم پسندیدہ ہیں جن کا حصول مفید ہے اور بعض ناپسندیدہ جن سے جاہل رہنا ہی بہتر ہے۔ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فیض الباری میں ارشاد فرمایا:

ثم اِنّ العِلْمَ حُسْنُہٗ وَقُبحہ بَحُسْنِ الْمَعْلوم وقبحہ

کسی علم کا اچھا یا بُرا ہونا اُس شی کے اچھے یا برے ہونے پر ہے جس کا علم حاصل کیا جارہا ہے۔

اب یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ علم جو اللہ پاک کی صفات میں سے ایک اہم صفت ہے بھلا اُس کا حصول ناپسندیدہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ بعض علوم میں مضرت و نقصان کا پہلو بہت زیادہ نمایاں ہے، مثلاً سحر و طلسمات کا علم کہ وہ اس علم کے جاننے والے کے لئے بھی بُرا اور جس پر سحر کیا جائے اُس کے لئے بھی بُرا کہ عموماً وہ شوہر و بیوی میں جدائی کے لئے کیا جاتا ہے۔ بعض علوم اس لئے بُرے ہیں کہ وہ عوام میں بد اعتقادی پیدا کرتے ہیں، مثلاً علم نجوم کہ اس سے عام ذہن ستاروں کو ہی موثر حقیقی سمجھنے لگتا ہے۔ پھر یہ اٹکل والا کام ہے اور عام ذہن اس کو یقینی باور کرنے لگتا ہے یا مثلاً علم الانساب کہ اُس کا علم کچھ زیادہ مفید نہیں اور اُس سے جہالت کچھ خاص مضر نہیں۔ تو معلوم ہوا بعض مرتبہ علم کا نہ ہونا انسان کے لئے اُس کے معلوم ہونے سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالیؒ نے ایک خوبصورت مثال سے یہ بات مزید واضح کی، فرماتے ہیں:

بَل رُبَّ شَخْص ینفعہ الجَہل ببعض الامور فَلَقد حکی انّ بعض الناس ......(۴۴)

بلکہ بعض لوگوں کو بعض باتوں سے جاہل رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

چنانچہ حکایت ہے کہ ایک شخص نے طبیب سے اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کی شکایت کی کہ اس عورت کے بچہ نہیں ہوتا۔ طبیب نے اس کی بیوی کی نبض دیکھی اور کہا کہ بھلا تجھے دوا کی کیا ضرورت تو تو چالیس دن کے اندر اندر مر جائے گی۔ اس عورت پر گویا بجلی گری وہ سخت خوف میں مبتلا ہو گئی اور اُس کی زندگی تلخ ہو گئی۔ وہ گھلنے لگی۔ چالیس دن گزر گئے

اور وہ عورت نہ مری تو اُس کا شوہر طبیب کے پاس گیا اور کہا کہ تم تو کہتے تھے وہ اس مدت میں مر جائے گی وہ تو نہ مری۔ طبیب نے کہا میں نے ضروری علاج سمجھ کر ایسا کیا۔ وہ عورت بہت موٹی تھی۔ اُس کے رحم پر کافی چربی چڑھی ہوئی تھی۔ بغیر موت کے خوف کے وہ عورت دُبلی نہ ہوتی۔ اب اُس کے رحم پر چڑھی چربی ختم ہو گئی ہے۔ اب جا اپنی بیوی سے ہمبستر ہو۔ اب اس کو حمل قرار پا جائے گا۔ تو حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں دیکھو اس عورت کا صحیح بات نہ جاننا ہی اُس کے لئے مفید تھا۔

مغرب میں بھی علم نافع و علم غیر نافع اور بعض علوم کی مضرتوں اور نقصانات کا تصور موجود ہے۔ چنانچہ انسائکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

An education may be good or bad...... its goodness or badness will be relative to the virtue wisdom and intelligece of the educator, It is good only when it aims at the right kind of product and when the means it adopts are well adapted to secure the intended results and are applied intelligently, consistently and persistently. (۴۵)

تعلیم اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ اس کا اچھا یا برا ہونا اُسی تناسب سے ہو گا جو اُس کو نیکی، عقل و دانش اور معلم کی آگہی و باخبری سے ہے۔ تعلیم اُسی وقت اچھی متصور ہو گی جب اُس کا مقصد صحیح نتیجے کا حصول ہو گا اور جب مطلوبہ نتائج کے حصول کے لئے اختیار کئے گئے ذرائع بھی اُسی کے مطابق بہتر طور پر استعمال کئے گئے ہوں گے اور یہ عمل ذہانت سے یکساں طور پر اور مستقل مزاجی سے ہو گا۔

علم کی اہمیت

گزشتہ اوراق میں علم کا لفظی مفہوم اُس کی بعض معروف انواع اور اُس کے بارے

میں اسلامی نقطۂ نظر (بعض متعلقہ نکات) پیش کئے گئے۔ دینی و دنیاوی زندگی کے لئے علم کی کیا اہمیت ہے، انفرادی واجتماعی زندگی کے سدھار میں اُس کا کیا مقام ہے اور ملی و معاشرتی ترقی میں . وہ کیا بنیادی اور اہم کردار ادا کرتا ہے یہ ہر ابھرتے ہوئے معاشرے کا بنیادی سوال ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر غار حراء میں جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی وہ سورۃ العلق کی یہ ابتدائی پانچ آیات تھیں۔

اقْرَا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ O خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ O اقْرَا وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ O الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ O عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ O

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (پر جو) قرآن (نازل ہوا کرے گا) اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے (یعنی جب پڑھئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر پڑھا کیجئے) جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور ایسا ہے) جس نے (لکھے پڑھوں کو) قلم سے تعلیم دی۔

چنانچہ حضرت امام قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) نے گو چند دیگر اقوال بھی نقل کئے مثلاً حضرت جابر بن عبداللہؓ کا یہ قول کہ سب سے پہلے جو قرآنی سورۃ نازل ہوئی وہ سورۃ المدثر تھی۔ حضرت ابو میسرۃ الھمدانی کا یہ قول کہ سب سے پہلی نازل ہونے والی سورۃ الفاتحہ تھی، اور بعض بزرگوں کا قول کہ سب سے پہلی نازل شدہ آیت سورۃ الانعام کی آیت ۱۵۱،

قُلْ تَعَالَوا اَتْلُ مَاحَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيكُم

تھی ترجیح اپنے اسی قول کو دی ہے کہ!

سورة العلق : وهى مكية باجماع وهى اول مانزل من القرآن فى قول ابى موسىٰ و عائشة رضى الله عنهما

سورۃ العلق جو بالاتفاق مکی ہے حضرت ابو موسیٰ (اشعریؓ) اور حضرت عائشہ (صدیقہ) کے قول کے مطابق پہلی نازل شدہ قرآنی سورۃ ہے۔

نزل بها جبرئيل على النبى صلى الله عليه وسلّم وهو قائم علىٰ

حراء فَعلّمَهُ خمس آیات من هذه السورة في قول معظم المفسرين بموجب حديث عائشة رضى الله عنها انها اوّل سورة اُنزلت علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم بعدها (ن والقلم) ثم بعدها (يا ايها المدثر) ثم بعدها (والضحىٰ) ذكرهُ الماوردى– (۴٦)

حضرت جبرئیل (علیہ السلام) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورۃ ایسے وقت لے کر نازل ہوئے جب آپ ﷺ (غار) حراء میں تشریف فرما تھے۔ تو اکثر مفسرین کے خیال کے مطابق انہوں نے آپ کو اسی سورۃ کی ان پانچ آیات کی تعلیم دی۔ حضرت عائشہ کی (مروی) حدیث کے مطابق یہ (سورۃ العلق) سب سے پہلی سورۃ ہے جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ پر سورۃ القلم نازل ہوئی۔ اُس کے بعد سورۃ المدثر اور اُس کے بعد سورۃ والضحیٰ (......) ماوردی نے اس طرح ذکر کیا ہے۔

امام قرطبیؒ اور اکثر مفسرین کی تحقیق سے جب یہ واضح ہو گیا کہ سورۃ العلق کی مذکورہ پانچ ابتدائی آیات ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ پہلی وحی تھی تو تعلیم کی اہمیت سے متعلق ایک بنیادی بات ہمیں یہ معلوم ہوئی کہ سب سے پہلا پیغام جو اللہ پاک نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا وہ تعلم (پڑھنا- سیکھنا) تعلیم (دوسروں کو پڑھانا سکھانا) اور اہم ذریعہ تعلیم (یعنی قلم) سے متعلق تھا۔ تعلم کا پیغام آپ کو لفظ اقراء سے ملا۔ تعلیم کا اہم پیغام **علم الانسان** سے اور اہم ذریعہ تعلیم (یعنی قلم) کا پیغام الذی علم بالقلم سے۔ مصر کی مشہور محققہ عطیہ الابرعشی لکھتی ہیں:

Islam is a religion of knowledge and light, not of ignorance and darkness. The first verse revealed to the prophet commanded him repeatedly to read and to praise knowledge and learning.

اسلام علم و روشنی کا دین ہے نہ کہ جہالت و تاریکی کا، پیغمبر (اسلام صلی اللہ علیہ

وسلم) پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس میں آپ کو بار بار پڑھنے علم کی تعریف کرنے اور اُسے سیکھنے کا حکم دیا گیا۔

ان کے خیال میں اسلام میں تعلیم کے پانچ درج ذیل مقاصد ہیں:

1- Moral training is the essence of Islamic education.

2- Simultaneous concern with religion and worldly life.

3- Stress on the profitable aspects of education.

4- Study of science for the sake of science &

5- vocational, technical and industrial education for earning livelihood. (۴۷)

۱۔ اخلاقی تربیت اسلامی تعلیم کا جوہر اور اُس کی روح ہے۔

۲۔ دینی و دنیاوی زندگی کے سدھار کی یکساں فکر۔

۳۔ تعلیم کے افادی و نفع بخش پہلوؤں پر خاص زور اور ان کی خاص تاکید۔

۴۔ سائنس کا سائنس کی غرض سے مطالعہ اور

۵۔ پیشہ ورانہ تکنیکی اور صنعتی تعلیم۔ حصول معاش کے لئے۔

اس طرح تعلیم کی اہمیت نہ صرف دینی مقاصد کے لئے ہے دنیاوی زندگی کی بہتری کے لئے بھی ہے اور یوں بھی اسلام میں دین و دنیا کی تفریق نہیں۔ ایک مومن اپنی خلوتوں اور جلوتوں میں جہاں!

رَبَّنا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے۔

کہتا اور اپنے رب سے بہتر و کامیاب دنیاوی زندگی کا طالب ہوتا ہے وہاں وہ!

وَفی الاٰخِرَةِ حَسَنَةً

اور آخرت میں (بھی) بھلائی دے،

کہتا ہے اور اپنے رب سے آخرت کی اچھی زندگی کا بھی طلبگار ہوتا ہے۔

تعلم و تعلیم کے علاوہ سورۃ العلق کی مذکورہ پانچ ابتدائی آیات میں جس تیسری اہم چیز کا ذکر کیا گیا ہے وہ تعلم و تعلیم کے فروغ کے لئے قلم کی کارگزاری ہے اور کون اس کا انکار کر سکے گا کہ تعلیم کے فروغ میں معلم کی زبان و شخصیت کی طرح یا بعض مواقع پر اس سے زیادہ مصنف و قلمکار کا قلم اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یوں تعلیم کے لئے دونوں ہی چیزیں ضروری ہیں۔ معلم بھی اور کتاب بھی اور دونوں ہی کی اپنی اہمیت اور انکا اپنا اہم رول ہے۔

سورۃ العلق کی چوتھی آیت **الّذی عَلَّم بِالْقَلَم** کے تحت امام قرطبیؒ نے یہ دو احادیث بیان کی ہیں:

۱۔حدیث: **اَوّل ماخَلَقَ اللّٰه الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اکتب، فَکَتَبَ مَایَکونَ اِلٰی یَوم القیمة فهو عِندهُ فِی الذّکر فوق عرشه–**

اللہ پاک نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اُس سے کہا لکھ تو قلم نے جو کچھ روز قیامت تک ہونا ہے سب کچھ لکھ دیا۔ تو وہ اُس کا لکھا ہوا عرش کے اوپر ذکر میں اُس کے پاس محفوظ ہے۔

۲۔حدیث: **ابی هریرةؓ: لمّا خَلَقَ اللّٰه الخلق کتب فی کتابه فهو عنده فوق العرش (ان رحمتی تغلب غضبی)–**

جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب (تقدیر) میں لکھا اور وہ اس کے پاس عرش کے اوپر محفوظ ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

پھر حضرت امام قرطبیؒ اصل میں جو تین قلم ہیں اُن کے متعلق بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال علماء نا فا الاقلام فی الاصل ثلاثة : القلم الاوّل الذی خلقه اللّٰه بیده وامرهٗ ان یکتب– والقلم الثانی اقلام الملائکة جعلها اللّٰه بایدیهم یکتبون بها المقادیر والکوائن والاعمال– والقلم الثالث اقلام الناس جعلها اللّٰه بایدیهم یکتبون بها کلامهم ......

الآدمی......ابلغ من اللسان-(۴۸)

ہمارے علماء نے فرمایا اصل میں قلم تین ہیں: ا۔ پہلا قلم جسے اللہ پاک نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا اور اُسے لکھنے کا حکم دیا، ۲۔ فرشتوں کے قلم جنہیں اللہ پاک نے اُن کے ہاتھوں میں دیا جس سے وہ تقدیریں، مستقبل میں ہونے والے اُمور اور اعمال لکھتے ہیں، ۳۔ انسانوں کے قلم جنہیں اللہ پاک نے اُن کے ہاتھوں میں پکڑایا جس سے وہ اپنا کلام لکھتے اور مقاصد بر لاتے ہیں۔ اور لکھنے میں بڑی فضیلتیں ہیں اور لکھنا من جملہ بیان کرنا ہے اور بیان آدم زاد کی خصوصیت ہے...... لکھنا (کتابت) آنکھوں میں سے (گویا) ایک ایسی آنکھ ہے جس سے موجود شخص غیر حاضر شخص کو (اپنے افکار و خیالات) دکھاتا ہے اور لکھا ہوا (گویا) لکھنے والے کے ہاتھ کے ایسے نشانات ہیں جس میں اُس کے مافی الضمیر کی جھلک و تعبیر ہے جو اُس نے زبان سے ادا نہ کی۔ پس لکھنا (کتابت) زبانی گفتگو سے زیادہ بلیغ ہے۔

نظریۂ تعلیم: اسلامی و غیر مسلم نقطۂ نظر کا تقابل:

گزشتہ معروضات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام کی نظر میں تعلم و تعلیم ایک ہمہ گیر اور دائمی عمل ہے اور دینی، معاشی و معاشرتی زندگی سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کی اخلاقی اقدار کا فروغ چاہتا ہے۔ وہ مال سے بہتر ہے۔ وہ حکومت مل جانے سے بہتر ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْعِلْمُ خیرٌ مِنَ الْمَال- اَلْعِلْمُ یَحرُ سُكَ وَانتَ تَحْرُسُ الْمَالَ وَالْعِلْمُ حَاكِمٌ وَالْمَالُ مَحكومٌ عَلَيه وَالْمَالُ تَنْقُصُهُ النفقه وَالعِلْمُ يَز كُوبالانفاق-

علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے جبکہ تجھے مال کی حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ علم حکومت کرتا ہے جبکہ مال پر حکومت کی جاتی ہے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

آپ ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْعَالِمْ اَفْضَلُ مِنَ الْصَّائِمْ المُجَاهِدِ وَاِذْ اماتَ الْعَالِمْ ثَلُمَ فِي الْاِسْلَامِ ثُلْمةٌ لاَ يَسْدُّ هَا الاَّخَلَفٌ مِنهُ .....

عالم ایک روزہ دار، شب بیدار، مجاہد سے افضل ہے۔ جب ایک عالم دنیا سے اُٹھ جاتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ جاتا ہے جسے اُس کے نائب کے علاوہ کوئی پر نہیں کرتا۔

اس سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعض بہترین اشعار ہیں مثلاً

مَا الفخر اِلاّ لِاَهْلِ اِلعلم اَنهُم
عَلی الهُدیٰ لِمن اِستّهدی أدلاّء

یہ فخر صرف اہل علم ہی کو حاصل ہے کہ وہ خود بھی راہِ ہدایت پر ہیں اور دوسروں کے لئے بھی شمع ہدایت ہیں۔

وقدر کل امرئ ماکان یحسنهٗ
والجاهلون لاهل العلم اعداء

جس چیز سے انسان کو حسن حاصل ہو وہی اُس کی قدر و منزلت ہے اور جاہل علم والوں کے حاسد و دشمن ہوتے ہیں۔

فَفُز بعلم تعش حیّاً به ابدا
الناس موتی واهل العلم احیاء

پس تو ایسا علم سیکھ کہ تجھے ابدی زندگی مل جائے۔ لوگ مردہ ہیں لیکن اہل علم ہمیشہ زندہ ہیں۔

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا العلم و للجهال مال

ہم اللہ پاک کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ ہمیں علم ملا اور جاہلوں کو مال مل گیا۔

لانّ المالَ یفنی عن قریبٍ
وانّ العلم باقٍ لاَ یزالُ

کیونکہ مال جلد ختم ہو جائے گا مگر علم باقی رہے گا کہ اُسے زوال نہیں۔

حضرت ابوالاسود ارشاد فرماتے ہیں'

لَیسَ شیئٌ اَعَزٌّمِنَ العِلم - اَلملوکُ حُکّامٌ عَلی النَّاس وَالعُلَماءُ حُکّامٌ عَلی المُلوکِ -

علم سے زیادہ عزت والی کوئی چیز نہیں۔ حکمران لوگوں پر حکومت کرتے ہیں اور اہل علم حکمرانوں پر حکومت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں:

خُیّرَ سُلیمان بن داؤد عَلیھما السَّلام بَین العلم وَالمالَ وَ المُلکِ فَاختَارَ العِلمَ - فَاعطِیَ المالَ وَالملکَ مَعَهُ (۴۹)

حضرت سلیمان بن داؤد علیہا السلام کو علم مال اور حکومت میں اختیار دیا گیا (کہ کسی ایک کو اپنے لئے پسند کرلیں۔ تو (حضرت داؤد علیہ السلام) نے) علم کو پسند کیا۔ تو مال و حکومت بھی اُنہیں اُس کے ساتھ دے دیا گیا۔

صحابہؓ کرامؓ اور دیگر کے مندرجہ بالا ارشادات سے اسلام میں علم کی جو قدر و منزلت ہے اُس کا کچھ اندازہ ہوتا ہے لیکن جو چیز اسلامی نقطۂ نظر کو ایک امتیازی شان عطا کرتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمی انقلاب کا اہم حصہ ہے وہ آپ کے تصور علم کی ہمہ گیری اور اُس کے دینی واخلاقی عناصر کی مقابلتاً زیادہ اہمیت و برتری ہے۔ اسلام صرف دینی تعلیم و دینی علوم کی اشاعت ہی پر زور نہیں دیتا دنیاوی علوم کی تحصیل کا بھی حامی ہے۔

قرآن مجید کا واضح ارشاد ہے:

وَلاَ تَنسَ نَصیبَکَ مِنَ الدُّنیا (۵۰)

اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول

مسلم معاشرہ کا ارتقاء اور اسلامی مملکت کا استحکام تو جب ہی ممکن ہے جب ہمہ گیر

ترقی ہو صنعت و حرفت کی بھی، معیشت و تجارت کی بھی، دفاع و سیاست کی بھی اور اخلاق و تعلیم کی بھی اور اسلامی مملکت میں تعلیم ایسی ہو جو ان تمام تقاضوں کو پورا کرے۔

(جاری ہے)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ المنجد فی اللغۃ (الطبعۃ العشرون) مطبوعہ بیروت، لبنان ۱۹۶۰ء ص ۵۲۶،

۲۔ Thorndike- Barnhart: "Comprehensive Desk Dictionary" edited by C.L. Barnhart, Newyork (8th Edition) 1958, Vol-1 P. 263

۳۔ علامہ مجدالدین ابوالطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی شیرازی شافعی (۷۲۹ھ تا ۸۱۷ھ)، القاموس المحیط والقابوس الوسیط فی اللغۃ (مطبوعہ مصر الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۴۴ھ)

۴۔ Chambers`s Twentieth century dictionary.

۵۔ علامہ حسین بن محمد بن المفضل الملقب بالراغب الاصفہانی (م۔ ۵۰۲ھ)، المفردات فی غریب القران مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ ص ۳۴۳،

۶۔ سورۃ الانفال / آیت ۶۰،

۷۔ سورۃ الممتحنہ / آیت ۱۰،

۸۔ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری / فیض الباری علی صحیح البخاری / مطبوعہ مصر ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء کتاب العلم ص ۱۶۱ / ج ۱،

۹۔ Encyclopaedia Britannica (1768) Vol-7, P. 964

۱۰۔ ایضاً، ص ۹۶۴ / ج ۷

۱۱۔ سورۃ آل عمران / آیت ۱۸

۱۲۔ حضرت امام غزالیؒ: احیاء علوم الدین / ص ۱۰ / ج ۱ / مطبوعہ مصر ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء،

۱۳۔ سورۃ المجادلہ / آیت ۱۱،

۱۴۔ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ: ”عمدۃ الفقہ“ مطبوعہ کراچی ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء ص ۱۳ / ج ۱،

۱۵۔ شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب: مشکوۃ المصابیح مطبوعہ کراچی ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء / ص ۳۴، کتاب العلم: الفصل الثانی،

۱۶۔ ایضاً، ص ۳۴،

۱۷۔ سورۃ الصف / آیت ۳،

۱۸۔ سورۃ البقرۃ / آیت ۴۴،

۱۹۔ محمد بن عثمان ابن عمر البلخی: عین العلم، مطبوعہ لاہور ۱۳۴۸ھ / ص ۲۰،

۲۰۔ شیخ ولی الدین الخطیب: مشکوۃ المصابیح / ص ۳۴ / مطبوعہ کراچی ۱۳۶۸ھ،

۲۱۔ ایضاً، ص ۳۴۔۳۵،

۲۲۔ ایضاً، ص ۳۳،

۲۳۔ ایضاً، ص ۳۸،

۲۴۔ ایضاً، ص ۳۸،

۲۵۔ ایضاً، ص ۳۴

۲۶۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح البخاری، مطبوعہ کراچی (الطبعۃ الثانیۃ) ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء / ص ۱۶ / ج ۱،

۲۷۔ شیخ ولی الدین الخطیب، مشکوۃ المصابیح مطبوعہ کراچی ۱۳۶۸ھ / ص ۳۴،

۲۸۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری: صحیح بخاری مطبوعہ کراچی ۱۳۸۱ھ / ص ۲۰ / ج ۱،

۲۹۔ ایضاً، ص ۲۰ / ج ۱،

۳۰۔ محمد بن عثمان ابن عمر البلخیؒ: عین العلم، مطبوعہ لاہور ۱۳۴۸ھ / ص ۲۶،

۳۱۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری: صحیح بخاری مطبوعہ کراچی ۱۳۸۱ھ / ص ۱۹۔۲۰،

۳۲۔ شیخ ولی الدین الخطیبؒ: مشکوۃ المصابیح مطبوعہ کراچی ص ۳۴،

۳۳۔ امام غزالیؒ: احیاء علوم الدین مطبوعہ مصر ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء، ص ۲۰ / ج ۱، اس روایت کو موضوع کہا گیا ہے، دیکھئے!

۱۔ ابن القیسرانی، تذکرۃ الموضوعات، ص ۱۱۸، مکتبہ سلفیہ،
۲۔ سیوطی، اللآلئ المصنوعہ، دار الکتاب العربی، مصر، ۱/ ۱۰۰،
۳۔ ابن الجوزی، موضوعات، ۱/ ۲۱۵،
۴۔ ابن عدی، الکامل فی الضعفاء، دار الفکر، بیروت، ۱/ ۱۸۲،

۳۴۔ امام بخاریؒ: صحیح بخاری مطبوعہ کراچی ۱۳۸۱ھ، ص۔ ۱۷،

۳۵۔ شیخ ولی الدین الخطیبؒ: مشکوۃ المصابیح، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۸ھ، ص ۳۳۔ ۳۴،

۳۶۔ ایضاً، ص ۳۵،

۳۷۔ امام راغب اصفہانیؒ: المفردات فی غریب القرآن، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، ص ۳۴۳،

۳۸۔ امام دارمی کا پورا نام عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بہرام بن عبدالصمد تیمی دارمی سمرقندی تھا اور کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کا سال ولادت ۱۸۱ھ اور سال وفات ۲۵۵ھ تھا۔ ۹ ذی الحجہ (یوم عرفہ) بروز جمعرات آپ کا انتقال ہوا اور بروز جمعۃ المبارک عید الاضحیٰ کے دن آپ کی تدفین عمل میں آئی، حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مشہور شاگرد اور عظیم محدث حضرت عبداللہ بن المبارک کا سال وفات وہی ہے جو حضرت امام دارمی کا سال ولادت تھا۔ یعنی ۱۸۱ھ، محدثین کرامؒ میں بعض ممتاز شخصیتوں مثلاً امام مسلم بن حجاج قشیریؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ نے آپ سے روایت حدیث کی ہے۔ آپ کی مسند دارمی ۱۴۰۸ ابواب اور ۳۵۵۷ احادیث پر مشتمل ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ) جن کی تاریخ وفات مشہور اردو شاعر حکیم مومن خان مومن دہلویؒ نے عجیب طور پر اس خوبصورت شعر میں کہی تھی۔

دستِ بے داد اجل سے بے سر وپا ہو گئے
فقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

ظالم موت کے ہاتھوں آٹھ اعلیٰ انسانی صفات، ۱۔ فقر، ۲۔ دین، ۳۔ فضل، ۴۔ ہنر، ۵۔ لطف، ۶۔ کرم، ۷۔ علم، ۸۔ عمل بے سر وپا ہو گئیں کہ ان اعلیٰ صفات کا نہ سر رہا نہ پیر۔

اس تاریخ وفات کا حسن یہ ہے کہ ان آٹھ مذکورہ الفاظ کا شروع کا حرف (یعنی اس لفظ کا

سر) اور آخیر کا حرف (یعنی اُس لفظ کا پیر) اگر اڑا دیں تو آٹھ حروف بچیں گے: ق۔ ی۔ ض۔ ن۔ ط۔ ر۔ ل۔ م۔ ان کے اعداد اگر جمع کریں (یعنی ۱۰۰ + ۱۰ + ۸۰۰ + ۵۰ + ۹ + ۲۰۰ + ۳۰ + ۴۰) تو اس سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا سال وفات نکل آئے گا یعنی ۱۲۳۹ھ،

اپنی معرکۃ الآراء تالیف "بستان المحدثین" (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۱۷) میں آپ نے امام دارمیؒ کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی یہ رائے لکھی ہے:

حافظان علم حدیث در خراسان چہار کس اند: ابوزرعہ رازیؒ و محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ و عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی سمرقندی و حسن بن شجاع بلخی۔

خراسان میں چار محدثین: حضرت ابوزرعہ رازیؒ، حضرت امام بخاریؒ، حضرت امام دارمیؒ اور حضرت حسن بلخیؒ علم حدیث کے حافظوں میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

بوقتی کہ خبر وفات او بہ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) رسید سر نگون کرد وانا للہ وانا الیہ راجعون خواند واشک جاری گشت۔ باز ایں بیت برزبان راند وحالانکہ گاہے شعر نمی خواند مگر آنچہ در حدیث وارد شدہ بنا بر ضرورت روایت کہ بہ زبان اُو میگذشت   شعر

اِنْ تَبْقَ تُفْجعَ بِالْاَ حِبَّةِ کُلِّھا
وَفَنَاءُ نَفْسِكَ لَا اَبَالَكَ اَفْجَعُ

جس وقت حضرت امام دارمیؒ کے انتقال کی خبر حضرت امام بخاریؒ کو پہنچی تو (غم سے نڈھال) آپ نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور (آپ کی آنکھوں سے) آنسو جاری ہوگئے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا حالانکہ آپ کبھی شعر نہ پڑھا کرتے تھے مگر جیسا کہ حدیث (شریف) میں وارد ہے کہ ضرورتِ روایت کی بنا پر (شعر) آپ کی زبان پر آگیا۔ شعر ؎

"(اے بخاری) اگر تو زندہ رہا تو تمام دوستوں کی جدائی کا غم تجھی کو اُٹھانا ہوگا مگر (اے دارمی) تیری موت کا سانحہ اُن سب سے زیادہ اندوہناک ہے۔

۳۹۔ بصرہ کے مشہور صوفی بزرگ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ کے فیض یافتہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تربیت یافتہ حضرت حسن بصریؒ (۲۱ھ / ۶۴۲ء تا ۱۱۰ھ / ۷۲۸ء) حضرت عمر فاروقؓ کے وصال سے دو سال قبل مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے پیدائش کے بعد آپ کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے آپ کی تبریک فرمائی، اور کھجور کا لعاب آپ کے منہ میں ٹپکایا۔ میسان (عراق) کی فتح کے موقع پر آپ کے والد یسار (اصلی نام پیروز) مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہو کر آئے اور ۱۲ھ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ آپ حضرت زید بن ثابتؓ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے۔ حضرت حسن بصریؒ (جن کی زیادہ مشہور کنیت ابو سعید تھی) کی والدہ بی بی خیرہ حضرت ام سلمہ کی باندی تھیں اور اس طرح انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں روحانی تربیت نصیب ہوئی، آپ کی پرورش وادی القریٰ میں ہوئی۔ جنگ صفین کے بعد آپ بصرہ چلے گئے۔

آپ کے دور میں آپ سے بڑا کوئی واعظ نہ تھا۔ آپ کے مواعظ میں غضب کی اثر پذیری اور فصاحت وبلاغت ہوتی تھی جس کا الجاحظ اور المبرد جیسے اساتذہ فصاحت نے بھی اعتراف کیا ہے۔ آپ کے مواعظ کے بعض حصے زباں زدِ عام و خاص ہو گئے تھے، مثلاً آپ کا ارشاد

حَادثو ا هذِهِ القلوب فَاِنّهاَ سَرِيعَةُ الُدثُور

ان قلوب کے تزکیہ و جلاء کا اہتمام کرو کہ یہ جلد زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔

یا مثلاً آپ کا ارشاد:

اِجْعَل الدُّنيَا كَالْقَنْطَرةَ تَجُوزْ عَلَيهَا وَلاَ تَعْمُرهَا

اس دنیا کو ایک پل کی طرح سمجھو جس پر سے گزرا تو جاتا ہے مگر جس پر ڈیرہ نہیں ڈالا جاتا۔

۴۰۔ مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۸ھ / ص ۳۷،

۴۱۔ محمد بن عثمان بن عمر البلخی، عین العلم، مطبوعہ لاہور ۱۳۴۸ھ ص ۱۴،

۴۲۔ حاشیہ عین العلم، ص ۱۶،

۴۳۔ امام غزالیؒ: احیاء علوم الدین مطبوعہ مصر ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء، ص ۱۰۔۱۱ / ج ۱،

۴۴۔ ایضاً، ص ۷۳ / ج ا،

۴۵۔ Encyclopaedia Britannica (1768) vol-7. P-964

۴۶۔ امام قرطبیؒ: ''الجامع لاحکام القرآن'' مطبوعہ مصر ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء، ص ۱۱۷ / ج ۲۰،
قرطبہ (اسپین۔ یورپ) کے مشہور مفسر قرآن حضرت امام قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) کی تفسیر قرطبی کا اصل نام ''الجامع لاحکام القرآن'' ہے جو مصر سے بیس (۲۰) جلدوں میں شائع ہوئی اور ایک انتہائی معرکتہ الآرا تفسیر شمار ہوتی ہے۔ حضرت امام قرطبیؒ کا پورا نام امام ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی ہے۔ آپ کا شمار ساتویں صدی ہجری کے عظیم اہل علم میں ہوتا ہے۔

آپ کی اس تفسیر کی پہلی جلد (کل صفحات ۳۹۶) مصر سے ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی اور آخری (یعنی ۲۰ ویں جلد، کل صفحات ۲۶۴) ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی تفسیر ماجدی کا مسودۂ اوّل ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء کو مکمل ہوا۔ اس کی نظر ثانی سے آپ نے ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء میں فراغت پائی اور نظر ثالث ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء میں مکمل ہوئی۔ جبکہ یہ عمدہ تفسیر جس کے کل صفحات ۱۲۱۵ ہیں تاج کمپنی نے ۱۹۵۲ء میں شائع کی۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ جب ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء میں تفسیر ماجدی کا دیباچہ لکھ رہے تھے تو اُنہوں نے تفسیر قرطبی کے متعلق یہ الفاظ تحریر فرمائے۔

> نام سے دھوکہ ہوتا ہے (تفسیر قرطبی کا اصل نام جیسا اوپر ذکر کیا گیا ''الجامع لاحکام القران'' ہے) کہ شاید صرف احکام فقہی پر محدود ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ مکمل تفسیر ہے۔ محققانہ بھی اور جامع بھی۔ پھر عبارت سلیس۔ افسوس ہے کہ مکمل طبع نہیں ہوئی (کیونکہ جیسا اوپر بیان ہوا اُس کی آخری جلد مصر سے ۱۳۶۹ھ میں طبع ہوئی جبکہ مولانا عبدالماجد دریابادی ۱۳۶۳ھ میں یہ الفاظ لکھ رہے ہیں) کوئی نصف قرآن تک مصر میں متعدد جلدوں میں شائع ہوئی۔ یہاں وہ نسخہ کمیاب ہے۔ میں نے تمام تر نسخہ مملوکہ حافظ محمد عمران خاں ندوی بھوپالی مہتمم دارالعلوم۔ ندوہ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ موصوف ایک ایک جلد برابر عاریتاً عنایت کرتے رہے۔

۴۷۔ Atiya el Ibrashi "Education in Islam" translated by Ismail Kashmiri and published by "The supreme council for Islamic Affairs", Cairo (Egypt) 1387 A.H / 1967 A.D.

۴۸۔ امام قرطبیؒ: "الجامع لاحکام القرآن" مطبوعہ مصر ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء، ص ۱۲۰ / ج ۲۰، اور ص ۳۵۱ / ج ۱۳۔

۴۹۔ امام غزالی: احیاء علوم الدین مطبوعہ مصر ۱۳۵۸ھ، ص ۱۴ / ج ۱،

۵۰۔ سورۃ القصص / آیت ۷۷،

رحمٰنیہ

سوئیٹس

اینڈ ڈیری

REHMANIA SWEETS & DAiRY

بالمقابل فردوس سینما، ٹھنڈی سڑک۔ حیدر آباد،

فون: 780868